ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 1348

Program: Intermediate

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(شعبہ معاشیات)

کورس: تعارف معاشیات (1348)

سطح: انٹرمیڈیٹ

سمسٹر: خزاں 2025

مشق نمبر 1 (یونٹ نمبر 1 تا 5)

کل نمبر: 100 — کامیابی کے نمبر: 40

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ حل شدہ گائیڈ صرف مطالعے اور رہنمائی کے لیے ہے۔ طالب علم مشق اپنے الفاظ میں، اپنی سمجھ کے مطابق لکھے؛ ہو بہو نقل کرنے سے گریز کرے کیونکہ یونیورسٹی کی ہدایات کے مطابق نقل شدہ مشق مسترد ہو سکتی ہے۔

شفافیت نوٹ: کتابچے کے اوقات نامے میں 6 کریڈٹ آورز کے کورس کے لیے چار اور 3 کریڈٹ آورز کے کورس کے لیے دو مشقوں کا شیڈول چھپا ہے؛ اس کتابچے میں صرف دو مشقیں (مشق نمبر 1 اور 2) شامل ہیں جو 3 کریڈٹ آورز والے شیڈول سے مطابقت رکھتی ہیں، لہٰذا یہ گائیڈ انہی دو مشقوں پر مشتمل ہے۔ کتابچے میں لفظ "اشتمالیت" اور "مختتم لاگت" جس صورت میں چھپے ہیں، سوالات ہو بہو اسی صورت میں نقل کیے گئے ہیں۔

سوال نمبر 1

سوال: علم معاشیات کی تعریف، نظریات، اور اشتمالیت کے اثرات بیان کریں۔ (20)

مقدمہ

علم معاشیات انسانی زندگی کے سب سے بنیادی مسئلے یعنی محدود وسائل اور لامحدود خواہشات کے ٹکراؤ سے جنم لیتا ہے۔ ہر فرد، ہر خاندان اور ہر ریاست کو روزانہ یہ فیصلے کرنے پڑتے ہیں کہ دستیاب آمدنی، وقت اور وسائل کو کن کن ضروریات پر اور کس ترتیب سے خرچ کیا جائے۔ جس علم میں انھی فیصلوں، ان کے اسباب اور ان کے نتائج کا منظم مطالعہ کیا جاتا ہے، اسے معاشیات کہتے ہیں۔ یہ محض دولت گننے کا علم نہیں بلکہ انتخاب، پیداوار، تبادلے، تقسیم اور صرف کا جامع مطالعہ ہے۔ اس جواب میں پہلے معاشیات کی نمایاں تعریفیں پیش کی جائیں گی، پھر اس کے بنیادی نظریات کا خلاصہ بیان ہو گا، اور آخر میں اشتمالیت یعنی اجتماعی ملکیت پر مبنی معاشی نظام کے اثرات کا جائزہ لیا جائے گا، کیونکہ سوال کا تیسرا حصہ اسی نظام کے عملی نتائج سے متعلق ہے۔

یہاں یہ وضاحت مناسب ہے کہ کتابچے میں لفظ "اشتمالیت" چھپا ہے۔ اردو کی درسی کتب میں یہ اصطلاح اجتماعی یا ریاستی ملکیت والے معاشی نظام کے لیے استعمال ہوتی ہے، جس میں پیداواری وسائل نجی ملکیت کے بجائے معاشرے یا ریاست کی ملکیت میں ہوتے ہیں اور پیداوار و تقسیم مرکزی منصوبہ بندی کے تحت انجام پاتی ہے۔ اس جواب میں اشتمالیت کو اسی درسی مفہوم میں لیا گیا ہے تاکہ سوال کا جواب اس کی چھپی ہوئی عبارت کے عین مطابق رہے۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ تعریفوں کو رٹنے کے بجائے ان کے پس منظر کو سمجھے، کیونکہ ہر تعریف اپنے دور کے معاشی حالات کا عکس ہوتی ہے اور اسی سے معاشی فکر کی ترقی کا اندازہ ہوتا ہے۔

علم معاشیات کی تعریفیں

کلاسیکی ماہر ایڈم سمتھ نے اپنی مشہور کتاب میں معاشیات کو دولت کی نوعیت اور اسباب کی تحقیق قرار دیا۔ اس کے نزدیک یہ علم بتاتا ہے کہ قومیں دولت کیسے حاصل کرتی ہیں اور اسے کیسے بڑھاتی ہیں۔ اس تعریف نے معاشیات کو "علم دولت" بنا دیا، مگر اس پر تنقید ہوئی کہ اس میں انسان اور اس کی فلاح پس منظر میں چلی گئی اور دولت کو انسان پر مقدم کر دیا گیا۔ بعد کے مفکرین نے اسی کمی کو دور کرنے کی کوشش کی اور تعریف کو انسان مرکز بنایا۔

الفریڈمارشل نے معاشیات کو انسان اور اس کی مادی فلاح کے مطالعے سے جوڑا۔ اس کے مطابق معاشیات زندگی کے عام کاروبار میں انسان کا مطالعہ ہے؛ یہ جانچتی ہے کہ انسان آمدنی کیسے کماتا ہے اور اسے کیسے خرچ کرتا ہے، اور اس کا مقصد مادی فلاح کی ترقی ہے۔ اس تعریف نے دولت کے بجائے انسان کو مرکز بنادیا اور فلاح کو موضوع کا مقصد قرار دیا، تاہم اس پر یہ تنقید ہوئی کہ اس میں غیر مادی خدمات، مثلاً استاد اور ڈاکٹر کی خدمات، کی گنجائش مبہم رہی اور فلاح کی پیمائش بھی مشکل ہے۔

جدید دور میں لائنل رابنز کی تعریف سب سے زیادہ مقبول ہوئی، جس کے مطابق معاشیات وہ علم ہے جو انسانی رویے کا مطالعہ مقاصد اور قلیل وسائل کے باہمی تعلق کی حیثیت سے کرتا ہے، جن وسائل کے متبادل استعمالات ہوتے ہیں۔ اس تعریف نے قلت اور انتخاب کو معاشی مسئلے کی جڑ قرار دیا اور معاشیات کو ہر اس شعبے تک وسیع کر دیا جہاں انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ سیموئلسن جیسے ماہرین نے اس میں وقت اور ترقی کا عنصر شامل کر کے تعریف کو مزید جامع بنایا، چنانچہ آج کی درسی تعریف یہ بنتی ہے کہ معاشیات محدود وسائل کی مؤثر تقسیم، پیداوار، تقسیم اور صرف کا مطالعہ ہے جس کا حتمی مقصد انسانی فلاح اور معاشی ترقی ہے۔

معاشیات کے بنیادی نظریات

معاشیات کے نظریات کو دو بڑی شاخوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلی جزوی معاشیات ہے جو انفرادی اکائیوں، مثلاً ایک صارف، ایک فرم، ایک صنعت یا ایک منڈی، کے رویے کا مطالعہ کرتی ہے۔ قیمت کا تعین، طلب و رسد کا توازن اور فرم کا منافع اسی شاخ کے موضوعات ہیں۔ دوسری کلی معاشیات ہے جو پوری معیشت کو مجموعی حیثیت سے دیکھتی ہے؛ قومی آمدنی، روزگار، افراطِ زر، کاروباری چکر اور حکومتی پالیسیاں اس کے مباحث ہیں۔ دونوں شاخیں ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں، کیونکہ مجموعی نتائج انفرادی فیصلوں ہی سے بنتے ہیں اور انفرادی فیصلے مجموعی حالات سے متاثر ہوتے ہیں۔

نظری سطح پر معاشیات کے چند بنیادی اصول ہر جگہ کارفرما ہیں۔ قانونِ طلب کہتا ہے کہ دیگر حالات یکساں رہیں تو قیمت گھٹنے سے مقدارِ طلب بڑھتی ہے اور قیمت بڑھنے سے گھٹتی ہے۔ قانونِ رسد اس کے برعکس قیمت اور مقدارِ رسد کا راست تعلق بتاتا ہے۔ قانونِ تقلیلِ افادہ مختتم صارف کے رویے کی وضاحت کرتا ہے اور قانونِ متغیر تناسبات

پیداوار کے عمل کو سمجھاتا ہے۔ اسی طرح موقع لاگت کا نظریہ بتاتا ہے کہ ہر انتخاب کی اصل قیمت وہ بہترین متبادل ہے جسے چھوڑا گیا ہو۔ یہ نظریات مفروضات پر مبنی ہوتے ہیں، اس لیے ان کا اطلاق کرتے وقت "دیگر عوامل یکساں رہیں" کی شرط کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

معاشی نظریات کی ایک اور تقسیم مثبت اور معیاری معاشیات کی ہے۔ مثبت معاشیات یہ بتاتی ہے کہ معیشت جیسی ہے ویسی کیوں ہے، جبکہ معیاری معاشیات یہ بحث کرتی ہے کہ معیشت کیسی ہونی چاہیے۔ پہلی کا تعلق حقائق اور پیمائش سے ہے اور دوسری اقدار اور پالیسی فیصلوں سے۔ ایک اچھا ماہر معاشیات دونوں میں فرق روا رکھتا ہے تاکہ ذاتی رائے کو سائنسی نتیجہ بنا کر پیش نہ کیا جائے۔ یہی نظریاتی بنیاد آگے چل کر مختلف معاشی نظاموں، جن میں اشتمالیت بھی شامل ہے، کے تجزیے میں کام آتی ہے۔

اشتمالیت کا مفہوم اور اس کے اثرات

اشتمالیت سے مراد وہ معاشی نظام ہے جس میں زمین، کارخانے، بینک اور دیگر بڑے پیداواری وسائل نجی افراد کے بجائے ریاست یا معاشرے کی اجتماعی ملکیت میں ہوتے ہیں۔ پیداوار کا فیصلہ منڈی کی قیمتوں کے بجائے مرکزی منصوبہ بندی سے ہوتا ہے، مزدور کو طے شدہ اجرت ملتی ہے اور منافع کا تصور ختم کر کے وسائل کو سماجی ضروریات کے مطابق تقسیم کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اس نظام کے حامیوں کے نزدیک اس کا سب سے بڑا فائدہ دولت کی ناہمواری کا خاتمہ، بے روزگاری کا انسداد اور بنیادی سہولتوں، مثلاً تعلیم و صحت، کی سب تک رسائی ہے۔

عملی تجربے نے اشتمالیت کے کئی مثبت اثرات بھی دکھائے اور کئی کمزوریاں بھی۔ مثبت پہلو یہ ہے کہ مرکزی منصوبہ بندی سے بڑے قومی منصوبے، مثلاً بھاری صنعتیں، ڈیم اور ریلوے، تیزی سے مکمل ہو سکتے ہیں، کساد بازاری اور کاروباری اتار چڑھاؤ نسبتاً کم ہوتے ہیں اور آمدنی کی تقسیم میں فرق گھٹ جاتا ہے۔ مگر دوسری طرف نجی ملکیت اور منافع کے محرک کے خاتمے سے جدت، محنت کی لگن اور پیداواری استعداد متاثر ہوتی ہے۔ جب ہر ایک کو محنت کے بغیر یکساں حصہ ملے تو بہتر کارکردگی کی ترغیب کمزور پڑ جاتی ہے، سرکاری ادارے بیوروکریسی اور سست روی کا شکار ہوتے ہیں اور صارف کی پسند و آزادی محدود ہو جاتی ہے۔

اشتمالیت کے سماجی اثرات بھی گہرے ہیں۔ ایک طرف طبقاتی کشمکش کم ہونے اور سماجی انصاف کا احساس بڑھنے کی توقع کی جاتی ہے، دوسری طرف معاشی فیصلوں کا مکمل اختیار ریاست کے پاس چلا جانے سے انفرادی آزادی اور کاروباری پہل کاری دب جاتی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ خالص اشتمالی نظام طویل عرصے تک استعداد اور جدت برقرار نہ رکھ سکے، چنانچہ اکثر ممالک نے مخلوط نظام اپنایا جس میں بنیادی شعبے ریاست کے پاس اور باقی معیشت نجی شعبے کے پاس رہتی ہے۔ اسلامی نظام معیشت اس بحث میں ایک الگ راستہ پیش کرتا ہے جو نجی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے مگر اسے اخلاقی حدود، زکوٰۃ اور سود کی ممانعت جیسے اصولوں سے پابند کرتا ہے؛ اس کی تفصیل ایک الگ موضوع ہے اور عملی فقہی احکام کے لیے اہل علم سے رجوع ضروری ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ معاشیات قلت اور انتخاب کا علم ہے جس کی تعریف دولت سے شروع ہو کر فلاح اور پھر وسائل کی موثر تقسیم تک ترقی کرتی آئی ہے۔ اس کے نظریات جزوی اور کلی سطح پر قیمت، پیداوار، آمدنی اور روزگار کے مسائل کی وضاحت کرتے ہیں۔ اشتمالیت انہی مسائل کا ایک نظاماتی جواب ہے جس نے مساوات اور منصوبہ بندی کے فوائد بھی دیے اور محرک، استعداد و آزادی کے نقصانات بھی دکھائے۔ طالب علم کے لیے اصل سبق یہ ہے کہ کوئی بھی نظام اپنے دعووں سے نہیں بلکہ اپنے عملی اثرات سے پرکھا جاتا ہے، اور معاشیات کا مطالعہ اسی پرکھ کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔

جدول: نمایاں تعریفیں اور معاشی نظاموں کا موازنہ (خلاصہ)

پہلو	تعریف / سرمایہ داری	اشتمالیت
نمایاں تعریف	ایڈم سمتھ: علم دولت؛ مارشل: مادی فلاح؛ رابنز: قلت و انتخاب	تعریف کے بجائے نظام کی صورت: اجتماعی ملکیت
پیداواری وسائل کی ملکیت	زیادہ تر نجی ملکیت	ریاستی / اجتماعی ملکیت

مرکزی منصوبہ بندی	منڈی اور قیمت کا نظام	فیصلہ سازی
سماجی ضرورت اور منصوبہ	منافع اور مقابلہ	بنیادی محرک
محرک واستعداد کی کمزوری	ناہمواری اور بے روزگاری کا امکان	نمایاں کمزوری

سوال نمبر 2

سوال: رسد، افادے اور مساوی افادہ کے قوانین کی روشنی میں صارف کے فیصلے اور قیمت و مقدار پر اثرات بیان کریں۔ (20)

مقدمہ

صارف ہر معیشت کی بنیادی اکائی ہے، کیونکہ پیداوار کا حتمی مقصد اسی کی ضروریات کی تکمیل ہے۔ صارف اپنی محدود آمدنی سے زیادہ سے زیادہ تسکین حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے لیے وہ مسلسل فیصلے کرتا ہے کہ کون سی شے کتنی مقدار میں اور کس قیمت پر خریدی جائے۔ ان فیصلوں کی سائنسی وضاحت تین باہم جڑے ہوئے تصورات سے ہوتی ہے: رسد یعنی سپلائی، افادہ یعنی کسی شے سے حاصل ہونے والی تسکین، اور مساوی افادہ کا قانون یعنی آمدنی کی ایسی تقسیم جس میں ہر روپے سے ملنے والا آخری افادہ برابر ہو جائے۔ اس جواب میں پہلے ان تصورات کی وضاحت ہو گی، پھر بتایا جائے گا کہ یہ قوانین مل کر صارف کے فیصلے کیسے بناتے ہیں، اور آخر میں ان کے قیمت اور مقدار پر اثرات کا جائزہ لیا جائے گا۔

یہ موضوع جزوی معاشیات کا دل ہے کیونکہ طلب کا قانون بھی دراصل افادے کے تجزیے ہی سے نکلتا ہے۔ جب صارف کسی شے کی اضافی اکائی سے گھٹتا ہوا افادہ پاتا ہے تو وہ اس اکائی کے لیے کم قیمت دینے پر تیار ہوتا ہے، اور یہی رویہ منڈی میں نیچے ڈھلوان والی طلب کی لکیر بناتا ہے۔ دوسری طرف رسد پیدا کنندگان کے فیصلوں کو ظاہر کرتی ہے۔ قیمت کا تعین انہی دو قوتوں کے باہمی عمل سے ہوتا ہے، اس لیے صارف کے فیصلے کو سمجھے بغیر قیمت و مقدار کے اثرات سمجھنا ممکن نہیں۔

افادہ اور قانون تقلیل افادہ مختتم

افادے سے مراد کسی شے کی وہ صلاحیت ہے جس سے انسانی ضرورت پوری ہوتی ہے اور صارف کو تسکین حاصل ہوتی ہے۔ یہ تسکین ذہنی اور نفسیاتی ہوتی ہے، اس لیے اس کی پیمائش یوٹل جیسی فرضی اکائی سے کی جاتی ہے۔ کل افادہ تمام اکائیوں سے ملنے والے افادے کا مجموعہ ہوتا ہے، جبکہ مختتم افادہ اضافی ایک اکائی کے استعمال سے کل افادے میں ہونے والا اضافہ ہے۔ مثال کے طور پر ایک پیاسے شخص کو پہلے گلاس پانی سے بیس یوٹل، دوسرے سے سولہ، تیسرے سے بارہ، چوتھے سے آٹھ اور پانچویں سے چار یوٹل افادہ ملے تو کل افادہ بڑھتا ہے مگر مختتم افادہ مسلسل گھٹتا ہے؛ یہی قانون تنزلی افادہ مختتم ہے۔

اس قانون کی بنیاد انسانی ضروریات کی فطرت ہے۔ کوئی ایک ضرورت ایک وقت میں ایک حد تک ہی پوری ہو سکتی ہے؛ جب ضرورت کی شدت کم ہو جاتی ہے تو بعد کی اکائیاں پہلی جیسی قدر نہیں رکھتیں۔ اس قانون کے اہم مفروضے یہ ہیں کہ اکائیاں یکساں ہوں، وقفہ نہ آئے، صارف کا ذوق اور آمدنی مستقل رہے اور شے مناسب مقدار میں تقسیم ہونے کے قابل ہو۔ ان مفروضات کے بغیر قانون کا اطلاق ڈھیلا پڑ جاتا ہے، مثلاً نایاب سکے جمع کرنے والے کے لیے ہر نیا سکہ پچھلے سے زیادہ خوشی دے سکتا ہے۔ ان حدود کے باوجود یہ قانون روزمرہ خریداری کی بہترین وضاحت کرتا ہے۔

مساوی افادہ کا قانون اور صارف کا توازن

صارف کے سامنے مسئلہ صرف ایک شے کا نہیں ہوتا؛ اسے اپنی آمدنی کئی اشیا پر تقسیم کرنی ہوتی ہے۔ مساوی افادہ کا قانون، جسے متبادل کا قانون یا گوسن کا دوسرا قانون بھی کہا جاتا ہے، کہتا ہے کہ صارف کو اپنی آمدنی اس طرح تقسیم کرنی چاہیے کہ ہر شے پر خرچ کیے گئے آخری روپے سے ملنے والا مختتم افادہ تمام اشیا میں برابر ہو جائے۔ ریاضی کی زبان میں شرط یہ ہے کہ ہر شے کے مختتم افادے اور اس کی قیمت کا تناسب تمام اشیا کے لیے برابر ہو۔ جب یہ شرط پوری ہو جائے تو صارف توازن میں ہوتا ہے، کیونکہ آمدنی کی از سرِ نو تقسیم سے کل افادہ مزید نہیں بڑھ سکتا۔

اسے ایک سادہ مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ فرض کریں ایک طالب علم کے پاس محدود رقم ہے اور وہ کتابیں اور تفریحی سامان خریدنا چاہتا ہے۔ اگر کتاب پر خرچ کیے گئے آخری روپے سے دس یوٹل اور تفریح پر خرچ کیے گئے آخری روپے سے چھ یوٹل افادہ مل رہا ہو تو عقلمند صارف تفریح کا خرچ گھٹا کر کتابوں پر بڑھائے گا۔ اس تبدیلی سے کتابوں کا

مختتم افادہ گھٹے گا اور تفریح کا بڑھے گا، یہاں تک کہ دونوں برابر ہو جائیں گے۔ یہی مسلسل موازنہ اور رد و بدل صارف کے روزمرہ فیصلوں کی اصل روح ہے، چاہے وہ اسے شعوری حساب سے کرے یا عادت و تجربے سے۔

رسد کا قانون اور منڈی کا توازن

رسد سے مراد وہ مقدار ہے جو فروخت کنندہ ایک مخصوص وقت پر مختلف قیمتوں پر بیچنے کے لیے تیار ہو۔ قانون رسد کہتا ہے کہ دیگر عوامل یکساں رہیں تو قیمت بڑھنے سے مقدار رسد بڑھتی ہے اور قیمت گھٹنے سے مقدار رسد گھٹتی ہے، کیونکہ بلند قیمت پر پیداوار زیادہ منافع بخش ہو جاتی ہے اور زیادہ پیداکنندگان منڈی میں داخل ہوتے ہیں۔ رسد پر قیمت کے علاوہ پیداواری لاگت، ٹیکنالوجی، ٹیکس و رعایت اور مستقبل کی قیمت کی توقع بھی اثر ڈالتی ہے۔ ان عوامل کی تبدیلی پوری رسد کی لکیر کو ایک طرف منتقل کر دیتی ہے۔

منڈی میں قیمت اس نقطے پر طے پاتی ہے جہاں مقدار طلب اور مقدار رسد برابر ہو جائیں؛ اسے توازنی قیمت کہتے ہیں۔ اگر قیمت توازن سے اوپر ہو تو زائد رسد پیدا ہوتی ہے، ان بچی اشیا جمع ہونے لگتی ہیں اور فروخت کنندہ قیمت گھٹانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ قیمت توازن سے نیچے ہو تو زائد طلب پیدا ہوتی ہے، خریداروں میں مقابلہ بڑھتا ہے اور قیمت اوپر اٹھتی ہے۔ یہ خودکار تصحیح کا عمل منڈی کے نظام کی بنیاد ہے۔ یہاں اعداد و شمار مثالی ہیں: فرضی مثال میں توازنی مقدار تقریباً چوالیس اکائیاں اور توازنی قیمت تقریباً چھپن روپے بنتی ہے، جو محض سمجھانے کے لیے ہے، حقیقی منڈی کا ڈیٹا نہیں۔

قیمت اور مقدار پر اثرات

ان قوانین کا پہلا عملی اثر طلب کے قانون کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ مختتم افادہ گھٹتا ہے، اس لیے صارف اضافی اکائیاں صرف اسی صورت میں خریدے گا جب قیمت گھٹے؛ یوں قیمت اور مقدار طلب کا الٹا تعلق بنتا ہے۔ دوسرا اثر یہ ہے کہ کسی شے کی قیمت بڑھ جائے تو صارف مساوی افادے کی شرط بحال کرنے کے لیے اس شے کی خرید گھٹا کر متبادل اشیا کی طرف منتقل ہوتا ہے؛ اسے متبادل اثر کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ آمدنی اثر بھی کام کرتا ہے، کیونکہ قیمت بڑھنے سے صارف کی حقیقی آمدنی کم ہو جاتی ہے اور وہ مجموعی خرید میں بھی کمی کرتا ہے۔

تیسرا اثر رسد کی جانب سے آتا ہے۔ جب کسی شے کی قیمت مستقل طور پر بڑھتی ہے تو پیدا کنندگان وسائل اس صنعت کی طرف منتقل کرتے ہیں، مقدار رسد بڑھتی ہے اور کچھ عرصے بعد قیمت دوبارہ دباؤ میں آتی ہے۔ اس کے برعکس خام مال مہنگا ہونے سے رسد گھٹتی ہے، قیمت بڑھتی ہے اور صارف مقدار کم خریدنے پر مجبور ہوتا ہے۔ حکومت کی پالیسیاں بھی انہی قوانین کے ذریعے اثر کرتی ہیں؛ ٹیکس لگنے سے رسد کم اور قیمت زیادہ ہوتی ہے، جبکہ رعایت یا سبسڈی سے رسد بڑھ کر قیمت گھٹ سکتی ہے۔ یوں صارف، پیدا کنندہ اور حکومت تینوں کے فیصلے اسی ایک فریم ورک میں سمجھے جا سکتے ہیں۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ افادہ صارف کی تسکین کی پیمائش ہے، قانون تقلیل افادہ مختتم بتاتا ہے کہ یہ تسکین اضافی اکائیوں کے ساتھ گھٹتی ہے، اور مساوی افادے کا قانون بتاتا ہے کہ عقلمند صارف اپنی آمدنی اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ ہر روپے کا آخری افادہ برابر ہو جائے۔ رسد کی جانب پیدا کنندگان قیمت کے اشارے پر مقدار بدلتے ہیں اور دونوں قوتوں کے ٹکراؤ سے توازنی قیمت و مقدار طے ہوتی ہے۔ قیمت بدلتے ہی صارف اور پیدا کنندہ دونوں اپنے فیصلے از سرِ نو ترتیب دیتے ہیں، اور یہی باہمی عمل معیشت کو حرکت میں رکھتا ہے۔

جدول: افادہ کی مثالی فہرست (اعداد مثالی / فرضی ہیں)

اکائی	مختتم افادہ (یوٹل)	کل افادہ (یوٹل)
1	20	20
2	16	36
3	12	48
4	8	56
5	4	60

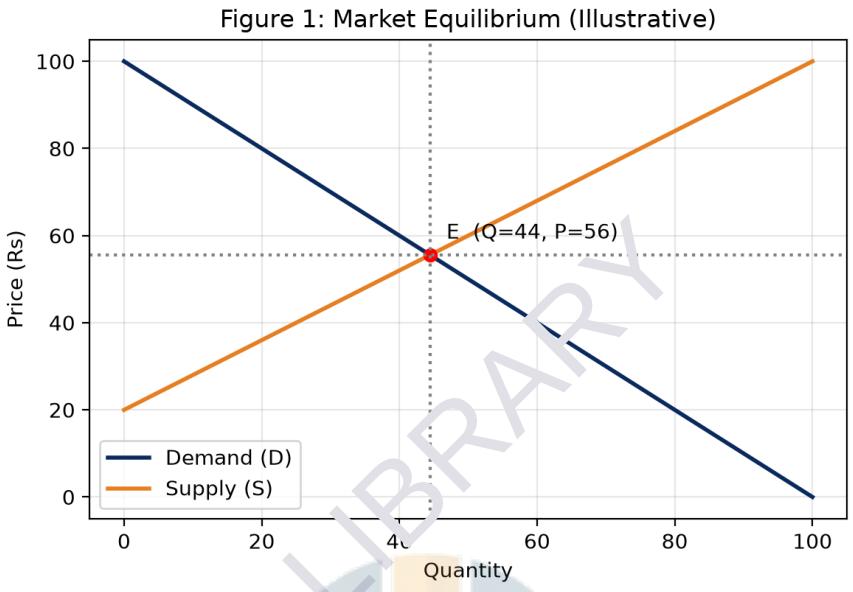

شکل 1: طلب و رسد کا توازن (اعداد و لکیریں مثالی ہیں)

سوال نمبر 3

سوال: پیداوار، وصولی اور مختتم لاگت کے تعلق کی روشنی میں فرم کے منافع یا نقصان کی وضاحت کریں۔ (20)

مقدمہ

ہر فرم کا بنیادی سوال یہ ہوتا ہے کہ کتنی پیداوار کی جائے تاکہ منافع زیادہ سے زیادہ ہو یا کم از کم نقصان کم سے کم رہے۔ اس سوال کا جواب تین تصورات کے باہمی تعلق میں چھپا ہے: پیداوار یعنی پیدا کی گئی مقدار، وصولی یعنی اس مقدار کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی، اور لاگت خاص طور پر مختتم لاگت یعنی ایک اضافی اکائی پیدا کرنے کی اضافی لاگت۔ جب تک اضافی اکائی سے ملنے والی اضافی وصولی اس کی اضافی لاگت سے زیادہ ہو، پیداوار بڑھانا فائدہ مند رہتا ہے؛ جہاں دونوں برابر ہو جائیں وہیں فرم کا بہترین نقطہ آ جاتا ہے۔ اس جواب میں پہلے ان تصورات کی تعریف ہو گی، پھر گوشوارے کی مدد سے منافع و نقصان کی وضاحت ہو گی اور آخر میں عملی شرائط و حدود بیان ہوں گی۔ تمام اعداد اس جواب میں مثالی ہیں اور سمجھانے کے لیے لیے گئے ہیں۔

یہ نکتہ ابتدا ہی میں واضح رہے کہ منافع محض آمدنی کا نام نہیں بلکہ وصولی اور لاگت کا فرق ہے۔ کئی فرمیں فروخت بڑھانے کے جوش میں اس فرق کو بھول جاتی ہیں اور زیادہ بیچ کر بھی نقصان اٹھاتی ہیں۔ معاشیات اسی غلطی سے بچنے کا طریقہ سکھاتی ہے: فیصلہ کل مقداروں پر نہیں بلکہ حاشیے پر یعنی آخری اکائی کے حساب سے کیا جاتا ہے۔ اسی لیے اس سوال میں مختتم لاگت کو مرکز رکھا گیا ہے۔

پیداوار، وصولی اور لاگت کے تصورات

پیداوار سے مراد وہ عمل ہے جس میں عوامل پیداوار، یعنی زمین، محنت، سرمایہ اور تنظیم، کو ملا کر اشیا و خدمات تیار کی جاتی ہیں۔ کل پیداوار ایک مقررہ مدت میں تیار شدہ کل مقدار ہے، اوسط پیداوار فی اکائی عامل کی پیداوار ہے اور مختتم پیداوار ایک اضافی اکائی عامل لگانے سے کل پیداوار میں ہونے والا اضافہ ہے۔ قانون متغیر تناسبات کے مطابق مختتم پیداوار پہلے بڑھتی ہے، پھر گھٹتی ہے اور آخرکار منفی بھی ہو سکتی ہے، اور پیداوار کا یہی رویہ آگے چل کر لاگت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

وصولی سے مراد فرم کو اشیا کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم ہے۔ کل وصولی قیمت ضرب مقدار کے برابر ہوتی ہے، اوسط وصولی فی اکائی قیمت کو ظاہر کرتی ہے اور مختتم وصولی ایک اضافی اکائی بیچنے سے کل وصولی میں ہونے والا اضافہ ہے۔ لاگت کی جانب کل لاگت دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے: مقررہ لاگت جو پیداوار صفر ہونے پر بھی ادا کرنی پڑتی ہے، مثلاً کرایہ اور تنخواہیں، اور متغیر لاگت جو پیداوار کے ساتھ بدلتی ہے، مثلاً خام مال اور مزدوری۔ مختتم لاگت ایک اضافی اکائی کی پیداوار پر کل لاگت میں ہونے والا اضافہ ہے اور فرم کے فیصلے میں سب سے فیصلہ کن کردار اسی کا ہوتا ہے۔

مختتم وصولی اور مختتم لاگت کا تعلق اور توازن کی شرط

فرم کے توازن کی مشہور شرط یہ ہے کہ مختتم وصولی اور مختتم لاگت برابر ہو جائیں اور اس نقطے کے بعد مختتم لاگت بڑھنا شروع کر دے۔ اس کی منطق سادہ ہے۔ اگر مختتم وصولی مختتم لاگت سے زیادہ ہو تو ایک اور اکائی پیدا کرنے سے منافع میں اضافہ ہو گا، اس لیے فرم پیداوار بڑھائے گی۔ اگر مختتم لاگت مختتم وصولی سے زیادہ ہو جائے تو آخری اکائیاں نقصان دے رہی ہیں، اس لیے فرم پیداوار گھٹائے گی۔ صرف برابری کے نقطے پر نہ بڑھانے میں فائدہ رہتا ہے نہ گھٹانے میں؛ یہی زیادہ سے زیادہ منافع کا نقطہ ہے۔

اسی تعلق کو گوشوارے سے سمجھا جاسکتا ہے۔ فرض کریں قیمت ایک سو روپے فی اکائی مستقل ہے، مقررہ لاگت ایک سو روپے ہے اور متغیر لاگت جدول کے مطابق بڑھتی ہے۔ صفر پیداوار پر وصولی صفر اور نقصان مقررہ لاگت کے برابر یعنی ایک سو روپے ہے۔ مقدار بڑھنے کے ساتھ وصولی لاگت سے آگے نکل جاتی ہے: تین اکائیوں پر منافع بیس روپے، چار پر ساٹھ روپے اور پانچ اکائیوں پر سب سے زیادہ یعنی اسی روپے ہو جاتا ہے۔ چھٹی اکائی پر منافع گھٹ کر ستر روپے رہ جاتا ہے، کیونکہ اس اکائی کی مختتم لاگت ایک سو دس روپے ہے جو اس کی مختتم وصولی یعنی قیمت ایک سو روپے سے زیادہ ہے۔ حاشیائی جانچ بھی یہی نتیجہ دیتی ہے: پانچویں اکائی تک ہر اکائی کی مختتم لاگت قیمت سے کم رہی، اس لیے پیداوار بڑھانا فائدہ مند رہا، اور چھٹی اکائی پر حساب الٹ گیا۔ یہ اعداد خالصتاً مثالی ہیں اور ان کا مقصد طریقہ کار سمجھانا ہے، کسی حقیقی فرم کا ڈیٹا نہیں۔

منافع کی صورتیں: غیر معمولی منافع، معمول کا منافع اور نقصان

اوسط سطح پر منافع و نقصان کا فیصلہ قیمت یعنی اوسط وصولی اور اوسط لاگت کے موازنے سے ہوتا ہے۔ اگر قیمت اوسط لاگت سے زیادہ ہو تو فرم غیر معمولی منافع کماتی ہے؛ یہ صورت مقابلے والی منڈی میں عموماً عارضی ہوتی ہے کیونکہ منافع دیکھ کر نئی فرمیں داخل ہوتی ہیں، رسد بڑھتی ہے اور قیمت گر جاتی ہے۔ اگر قیمت اوسط لاگت کے بالکل برابر ہو تو فرم صرف معمول کا منافع کماتی ہے، جو صنعت کار کی خدمات کا وہ کم از کم معاوضہ ہے جو اوسط لاگت میں پہلے ہی شامل ہوتا ہے؛ اس صورت میں معاشی منافع صفر ہوتا ہے مگر کاروبار جاری رکھنا مناسب رہتا ہے۔

اگر قیمت اوسط لاگت سے کم ہو جائے تو فرم کو نقصان ہوتا ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ کاروبار فوراً بند کر دیا جائے۔ مختصر مدت میں فیصلہ اوسط متغیر لاگت سے ہوتا ہے: اگر قیمت اوسط متغیر لاگت سے زیادہ ہے تو پیداوار جاری رکھنے سے مقررہ لاگت کا کچھ حصہ پورا ہوتا رہتا ہے اور نقصان صرف مقررہ لاگت تک محدود رہنے کے بجائے کم ہو جاتا ہے۔ اگر قیمت اوسط متغیر لاگت سے بھی نیچے گر جائے تو ہر اکائی پر اضافی نقصان ہوتا ہے اور پیداوار بند کرنا ہی دانشمندی ہے؛ اس نقطے کو بندش کا نقطہ کہتے ہیں۔ طویل مدت میں البتہ تمام لاگتیں متغیر ہو جاتی ہیں، اس لیے مستقل نقصان اٹھانے والی فرم کو صنعت سے نکلنا پڑتا ہے۔

عملی اہمیت اور حدود

اس تجزیے کی عملی اہمیت یہ ہے کہ یہ کاروباری فیصلوں کو اندازے سے نکال کر حساب کی بنیاد پر کھڑا کرتا ہے۔ قیمت مقرر کرتے وقت، پیداوار بڑھانے یا گھٹانے کا فیصلہ کرتے وقت اور نئی سرمایہ کاری سے پہلے ہر سمجھدار منتظم یہی سوال پوچھتا ہے کہ اضافی پیداوار کی اضافی آمدنی اس کی اضافی لاگت سے زیادہ ہے یا نہیں۔ چھوٹے کاروباروں میں یہ حساب اکثر غیر رسمی انداز میں ہوتا ہے، مگر اصول وہی رہتا ہے۔ حکومت کے لیے بھی یہ فریم ورک اہم ہے، کیونکہ ٹیکس، سبسڈی اور قیمت کی حد بندی جیسی پالیسیاں فرموں کے اسی حساب کو بدل کر ان کے فیصلے بدلتی ہیں۔

اس کے ساتھ اس تجزیے کی حدود بھی ذہن میں رہنی چاہئیں۔ حقیقی دنیا میں لاگت کا درست اندازہ ہمیشہ آسان نہیں ہوتا؛ مشترکہ لاگتوں کی تقسیم، مشینوں کی گھسائی اور موقع لاگت جیسے عناصر حساب کو پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح کئی فرمیں صرف منافع نہیں دیکھتیں بلکہ منڈی میں حصہ، فروخت کی نمو یا سماجی ذمہ داری کو بھی اہمیت دیتی ہیں۔ ان حدود کے باوجود مختتم وصولی اور مختتم لاگت کا اصول معاشی فیصلہ سازی کی سب سے عملی اور آزمودہ بنیاد ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ فرم کا منافع کل وصولی اور کل لاگت کا فرق ہے اور اس فرق کو زیادہ سے زیادہ کرنے کی شرط مختتم وصولی اور مختتم لاگت کی برابری ہے۔ قیمت اور اوسط لاگت کا تعلق غیر معمولی منافع، معمول کے منافع اور نقصان میں سے کسی ایک صورت کا فیصلہ کرتا ہے، جبکہ اوسط متغیر لاگت مختصر مدت میں کاروبار جاری رکھنے یا بند کرنے کا معیار دیتی ہے۔ پیداوار، وصولی اور لاگت کے اس باہمی تعلق کو سمجھ لینا ہر طالب علم اور ہر کاروباری شخص کے لیے کامیابی کی بنیادی شرط ہے۔

جدول: کل وصولی، کل لاگت، مختتم لاگت اور منافع کی مثالی فہرست (قیمت 100 روپے فی اکائی، اعداد مثالی ہیں)

مقدار (اکائی)	کل وصولی (روپے)	کل لاگت (روپے)	مختتم لاگت (روپے)	منافع / (نقصان) (روپے)
0	0	100	—	(100)
1	100	170	70	(70)

2	200	230	60	(30)
3	300	280	50	20
4	400	340	60	60
5	500	420	80	80
6	600	530	110	70

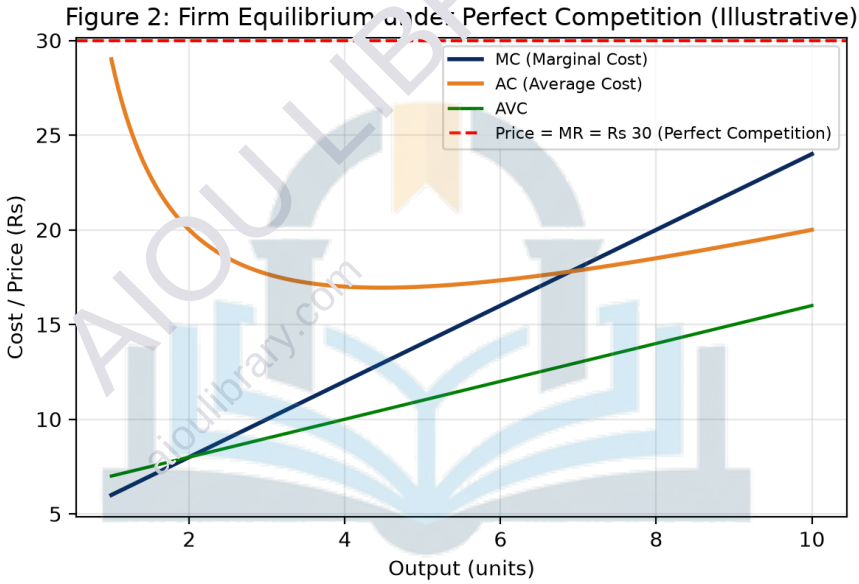

شکل 2: مکمل مقابلے میں فرم کا توازن — قیمت، اوسط لاگت اور مختتم لاگت (مثالی)

سوال نمبر 4

سوال: فرم کے مفہوم، توازن کے تصور، اور مکمل مقابلہ و اجارہ داری کے تحت فرم کے توازن کی وضاحت کریں۔ (20)

مقدمہ

معاشی تجزیے میں فرم وہ بنیادی پیداواری اکائی ہے جو عوامل پیداوار کو ملا کر اشیاو خدمات تیار کرتی اور منڈی میں فروخت کرتی ہے۔ ایک مزدور کی چھوٹی ورکشاپ سے لے کر ہزاروں ملازمین والی بڑی کمپنی تک ہر پیداواری تنظیم اسی تعریف میں آتی ہے۔ فرم کا مطالعہ اس لیے اہم ہے کہ قومی پیداوار، روزگار اور قیمتیں سب انہی فرموں کے فیصلوں کا مجموعہ ہیں۔ فرم کے بعد دوسرا بنیادی تصور توازن کا ہے، یعنی وہ حالت جس میں فرم اپنی موجودہ پیداوار بدلنے کی کوئی خواہش نہ رکھتی ہو کیونکہ اسی مقدار پر اس کا منافع زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس جواب میں پہلے فرم اور توازن کے تصورات واضح کیے جائیں گے، پھر مکمل مقابلے اور اجارہ داری یعنی مونوپلی، دو متضاد منڈی ساختوں، کے تحت فرم کے توازن کا تقابلی جائزہ لیا جائے گا۔

منڈی کی ساخت اس لیے فیصلہ کن ہے کہ فرم کو ملنے والی قیمت اس کے اپنے اختیار میں کتنی ہے، یہی بات اس کے توازن کی صورت بدل دیتی ہے۔ مکمل مقابلے میں فرم قیمت کی پابند ہوتی ہے، وہ منڈی کی دی ہوئی قیمت پر جتنا چاہے بیچ سکتی ہے۔ اجارہ داری میں فرم پوری منڈی پر عارض ہوتی ہے اور قیمت پر بھی اس کا خاصا اختیار ہوتا ہے۔ ان دو انتہاؤں کا موازنہ حقیقی منڈیوں، جہاں چند بڑی فرموں کا مقابلہ پایا جاتا ہے، کو سمجھنے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

فرم کا مفہوم اور اس کے مقاصد

فرم ایک ایسی تنظیم ہے جو ایک ہی انتظام کے تحت پیداوار کا منصوبہ بناتی، عوامل خریدتی، پیداوار کرتی اور فروخت کرتی ہے۔ یہ صنعت سے مختلف تصور ہے؛ صنعت ایک ہی قسم کی شے پیدا کرنے والی تمام فرموں کا مجموعہ ہوتی ہے، جبکہ فرم اس کی ایک اکائی ہے۔ فرم کی قانونی صورتیں کئی ہیں: واحد ملکیت جس میں ایک شخص مالک اور ذمہ دار ہوتا ہے، شراکت جس میں چند شراکت دار سرمایہ و انتظام بانٹتے ہیں، اور کمپنی جو قانون کی نظر میں الگ شخصیت رکھتی ہے اور جس کے حصص عام لوگ خرید سکتے ہیں۔ ہر صورت کے اپنے فوائد و نقصانات ہیں، مگر معاشی تجزیے میں ہم فرم کو ایک فیصلہ ساز اکائی کے طور پر لیتے ہیں۔

کلاسیکی نظریے کے مطابق فرم کا بنیادی مقصد منافع کی بیش کاری ہے اور توازن کا سارا تجزیہ اسی مفروضے پر کھڑا ہے۔ جدید ماہرین نے اس میں توسیع کی ہے؛ بعض فرموں کا مقصد فروخت یا آمدنی کی بیش کاری، بعض کا منڈی میں حصہ بڑھانا اور بعض کا طویل مدت میں بقا اور ساکھ قائم رکھنا ہوتا ہے۔ بڑی کمپنیوں میں مالکان اور منتظمین الگ ہونے سے

مقاصد میں فرق بھی آسکتا ہے۔ اس کے باوجود درسی تجزیے میں منافع کی بیش کاری کو معیار مانا جاتا ہے کیونکہ اسی مفروضے سے قیمت و پیداوار کے بارے میں واضح پیش گوئیاں حاصل ہوتی ہیں اور باقی مقاصد کو اسی کے حوالے سے پرکھا جاسکتا ہے۔

توازن کا تصور

توازن سے مراد آرام و استحکام کی وہ حالت ہے جس میں تبدیلی کی کوئی قوت موجود نہ ہو۔ فرم کے توازن سے مراد پیداوار کی وہ مقدار ہے جس پر فرم کو زیادہ سے زیادہ منافع حاصل ہو اور وہ اس مقدار کو بدلنے کی خواہش نہ رکھے۔ اس کی دو شرائط ہیں۔ پہلی یہ کہ مختتم وصولی اور مختتم لاگت برابر ہوں، اور دوسری یہ کہ توازن کے نقطے کے بعد مختتم لاگت کی لکیر مختتم وصولی کی لکیر کو نیچے سے کاٹے، یعنی پیداوار بڑھانے پر مختتم لاگت بڑھنا شروع کر دے۔ اگر دوسری شرط پوری نہ ہو تو برابری کا نقطہ زیادہ منافع کے بجائے زیادہ نقصان کا نقطہ بھی ہو سکتا ہے۔

توازن کو مختصر مدت اور طویل مدت میں الگ الگ دیکھا جاتا ہے۔ مختصر مدت وہ زمانہ ہے جس میں فرم پلانٹ اور مشینری جیسے مقرر عوامل نہیں بدل سکتی، صرف متغیر عوامل بدل کر پیداوار میں رد و بدل کر سکتی ہے؛ اس مدت میں فرم نقصان کے باوجود بھی پیداوار جاری رکھ سکتی ہے اگر قیمت اوسط متغیر لاگت سے اوپر ہو۔ طویل مدت میں تمام عوامل متغیر ہو جاتے ہیں، فرمیں صنعت میں داخل بھی ہو سکتی ہیں اور نکل بھی سکتی ہیں، اس لیے طویل مدتی توازن میں عام طور پر فرم صرف معمول کا منافع کماتی ہے۔ یہی مدت وار فرق آگے دونوں منڈی ساختوں کے تجزیے میں واضح ہو گا۔

مکمل مقابلے کے تحت فرم کا توازن

مکمل مقابلہ منڈی کی وہ مثالی صورت ہے جس میں خریدار و فروخت کنندہ بے شمار ہوں، شے ہم جنس ہو، فرموں کے داخلے و خروج پر کوئی پابندی نہ ہو اور قیمت کی مکمل معلومات سب کو حاصل ہوں۔ ان شرائط کی وجہ سے کوئی اکیلی فرم قیمت پر اثر نہیں ڈال سکتی؛ قیمت صنعت کی مجموعی طلب و رسد سے طے ہوتی ہے اور فرم اسے دیا ہوا مان کر اپنی مقدار

طے کرتی ہے۔ اس لیے فرم کی مختتم وصولی قیمت کے برابر رہتی ہے اور اس کی وصولی کی لکیر افقی ہوتی ہے۔ فرم اس مقدار پر توازن میں آتی ہے جہاں مختتم لاگت قیمت کے برابر ہو جائے اور بڑھتی ہوئی ہو۔

مختصر مدت میں اس توازن پر تین صورتیں ممکن ہیں۔ قیمت اوسط لاگت سے اوپر ہو تو غیر معمولی منافع، برابر ہو تو معمول کا منافع، اور نیچے مگر اوسط متغیر لاگت سے اوپر ہو تو محدود نقصان کے ساتھ پیداوار جاری رہتی ہے۔ طویل مدت میں تصویر یکسر بدل جاتی ہے: منافع دیکھ کر نئی فرمیں داخل ہوتی ہیں، رسد بڑھ کر قیمت اوسط لاگت کے کم ترین نقطے تک گر جاتی ہے، چنانچہ ہر فرم صرف معمول کا منافع کماتی ہے اور سب سے کم لاگت پر پیداوار کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین مکمل مقابلے کو استعداد اور صارف کی فلاح کے اعتبار سے مثالی قرار دیتے ہیں، اگرچہ حقیقی دنیا میں اس کی خالص صورت شاذ و نادر ہی ملتی ہے۔

اجارہ داری کے تحت فرم کا توازن

اجارہ داری مکمل مقابلے کی ضد ہے۔ اس میں کسی شے کا صرف ایک ہی فروخت کنندہ ہوتا ہے، اس شے کا قریبی متبادل موجود نہیں ہوتا اور نئی فرموں کے داخلے پر قانونی، تکنیکی یا سرمائے کی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں۔ اجارہ دار فرم اور صنعت ایک ہی ہوتی ہے، اس لیے منڈی کی طلب کی لکیر ہی اس کی وصولی کی لکیر ہوتی ہے جو نیچے کی طرف ڈھلوان رکھتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ زیادہ مقدار بیچنے کے لیے اجارہ دار کو قیمت گھٹانی پڑتی ہے اور وہ بھی تمام اکائیوں پر، اس لیے اس کی مختتم وصولی قیمت یعنی اوسط وصولی سے ہمیشہ کم رہتی ہے۔

اجارہ دار بھی اسی اصول پر توازن میں آتا ہے کہ مختتم وصولی اور مختتم لاگت برابر ہو جائیں۔ مگر چونکہ اس مقدار پر قیمت مختتم وصولی سے اوپر ہوتی ہے، اس لیے اجارہ دار کی قیمت اس کی اوسط لاگت سے بھی عام طور پر بلند رہتی ہے اور وہ طویل مدت میں بھی غیر معمولی منافع برقرار رکھتی ہے، کیونکہ مقابلے کی آمد کا راستہ بند ہوتا ہے۔ اس کے نتائج یہ ہیں کہ مکمل مقابلے کے مقابلے میں اجارہ داری میں قیمت زیادہ اور پیداوار کم ہوتی ہے، وسائل کی تقسیم غیر مؤثر ہوتی ہے اور صارف نقصان اٹھاتا ہے۔ اسی لیے حکومتیں

اجارہ داری کی نگرانی کرتی ہیں، عوامی مفاد کی اجارہ داریوں، مثلاً بجلی و پانی کی فراہمی، کی قیمتوں کا تعین سرکاری ادارے کرتے ہیں تاکہ قدرتی اجارہ داری کے فوائد بھی ملیں اور استحصال بھی نہ ہو۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ فرم پیداوار کی فیصلہ ساز اکائی ہے اور اس کا توازن وہ مقام ہے جہاں مختتم وصولی اور مختتم لاگت برابر ہوں اور اس کے بعد مختتم لاگت بڑھنے لگے۔ مکمل مقابلے میں فرم قیمت قبول کرنے والی ہوتی ہے، طویل مدت میں صرف معمول کا منافع کماتی ہے اور کم سے کم لاگت پر پیداوار کرتی ہے۔ اجارہ داری میں فرم قیمت پر اختیار رکھتی ہے، پیداوار نسبتاً کم اور قیمت نسبتاً زیادہ رکھتی ہے اور طویل مدت میں بھی غیر معمولی منافع برقرار رکھتی ہے۔ یہ موازنہ بتاتا ہے کہ منڈی کی ساخت ہی فرم کے رویے، صارف کی فلاح اور معاشی استعداد کا اصل تعین کرتی ہے۔

جدول: مکمل مقابلہ اور اجارہ داری کے تحت فرم کے توازن کا موازنہ

پہلو	مکمل مقابلہ	اجارہ داری
فرموں کی تعداد	بے شمار	صرف ایک
قیمت پر اختیار	کوئی نہیں، قیمت دی ہوئی	خاصا اختیار
مختتم وصولی	قیمت کے برابر	قیمت سے کم
طویل مدتی منافع	صرف معمول کا منافع	غیر معمولی منافع برقرار
پیداوار و قیمت	زیادہ پیداوار، کم قیمت	کم پیداوار، زیادہ قیمت

سوال نمبر 5

سوال: زمین، محنت اور سرمایہ کی تعریف، خصوصیات، اقسام اور پیداواری عمل میں ان کی اہمیت کی وضاحت کریں۔(20)

مقدمہ

کوئی بھی شے ہوا میں پیدا نہیں ہوتی؛ ہر پیداوار کے پیچھے کچھ وسائل اور خدمات کارفرما ہوتی ہیں جنہیں عوامل پیداوار کہا جاتا ہے۔ کلاسیکی تقسیم کے مطابق یہ عوامل چار ہیں: زمین، محنت، سرمایہ اور تنظیم۔ سوال میں پہلے تین عوامل زیر بحث ہیں اور چوتھا یعنی تنظیم یا صنعت کار ان تینوں کو ملا کر پیداوار کو ممکن بناتا ہے۔ ان عوامل کو سمجھنا اس لیے ضروری ہے کہ قومی پیداوار کی مقدار، لاگت کی سطح اور آمدنی کی تقسیم، تینوں کا دارومدار انہی کی کارفراہمی اور استعداد پر ہے۔ اس جواب میں ہر عامل کی تعریف، خصوصیات اور اقسام الگ الگ بیان کی جائیں گی اور آخر میں پیداواری عمل میں ان کی مشترکہ اہمیت کا جائزہ لیا جائے گا۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ معاشیات میں ان اصطلاحات کے مفاہیم عام زبان سے مختلف اور وسیع ہیں۔ زمین سے مراد صرف زمین نہیں، محنت سے مراد صرف جسمانی مشقت نہیں اور سرمایہ سے مراد صرف نقد رقم نہیں۔ یہی تکنیکی مفاہیم آگے ہر حصے میں واضح کیے جائیں گے، کیونکہ اصطلاح کی درست سمجھ کے بغیر معاشی تجزیہ غلط بنیاد پر کھڑا ہو جاتا ہے۔

زمین: تعریف، خصوصیات اور اقسام

معاشیات میں زمین سے مراد وہ تمام قدرتی وسائل ہیں جو قدرت نے انسان کو مفت عطا کیے ہیں اور پیداوار میں مدد دیتے ہیں۔ اس میں کاشت کاری کی زمین کے علاوہ جنگلات، معدنیات، دریا، سمندر، آب و ہوا، دھوپ اور بارش سب شامل ہیں۔ زمین کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ قدرت کا عطیہ ہے، انسان نے اسے پیدا نہیں کیا۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کی مقدار مجموعی طور پر مقرر اور محدود ہے؛ انسان اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کر سکتا اور نہ اس کی کل مقدار میں اضافہ کر سکتا ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ زمین ناقابل فنا ہے؛ استعمال سے اس کی اصل طاقت ختم نہیں ہوتی، البتہ ناقص استعمال سے زرخیزی متاثر ہو سکتی ہے۔ چوتھی خصوصیت درجہ بندی ہے؛ زمین کے مختلف ٹکڑے زرخیزی اور مقام کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں اور یہی فرق کرایہ یعنی لگان کے نظریے کی بنیاد بنتا ہے۔

زمین کی اقسام کئی اعتبار سے کی جاتی ہیں۔ استعمال کے اعتبار سے زرعی زمین، رہائشی زمین، صنعتی زمین اور چراگاہیں اس کی صورتیں ہیں۔ زرخیزی کے اعتبار سے اسے زرخیز، اوسط اور کم زرخیز درجوں میں بانٹا جاتا ہے۔ قدرتی وسائل کی حیثیت سے سطحی وسائل، مثلاً جنگلات، اور زیر زمین وسائل، مثلاً معدنیات و تیل، اس کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ بعض وسائل قابل تجدید ہیں جیسے جنگلات اور پانی، اور بعض ناقابل تجدید ہیں جیسے کوئلہ اور پٹرول، جن کا دانشمندانہ استعمال آنے والی نسلوں کے حق کے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔

محنت: تعریف، خصوصیات اور اقسام

محنت سے مراد وہ جسمانی یا ذہنی کوشش ہے جو انسان معاوضے کی غرض سے پیداواری عمل میں صرف کرتا ہے۔ کھیت میں ہل چلانا، فیکٹری میں مشین چلانا، استاد کا پڑھانا اور ڈاکٹر کا علاج کرنا سب محنت کی صورتیں ہیں، جبکہ کھیل یا مشغلے کے طور پر کی گئی کوشش، جس کا اقتصادی معاوضہ نہ ہو، اس تعریف سے خارج ہے۔ محنت کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مزدور سے الگ نہیں کی جا سکتی؛ محنت بیچنے کے لیے مزدور کو خود حاضر ہونا پڑتا ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ قابل ذخیرہ نہیں؛ جو دن گزر گیا اس کی محنت ضائع ہو گئی۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کی رسد نسبتاً غیر لچکدار ہوتی ہے اور مزدور کی سودا بازی کی طاقت آجر کے مقابلے میں کمزور ہوتی ہے، اسی لیے مزدور قوانین اور کم از کم اجرت کا تحفظ ضروری سمجھا جاتا ہے۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ محنت خود پیداوار کا ذریعہ بھی ہے اور اس کا مقصد بھی، کیونکہ تمام پیداوار بالآخر انسان ہی کے لیے ہوتی ہے۔

محنت کی اقسام بھی کئی ہیں۔ جسمانی اور ذہنی محنت اس کی بنیادی تقسیم ہے۔ مہارت کے اعتبار سے اسے ہنر مند، نیم ہنر مند اور غیر ہنر مند محنت میں بانٹا جاتا ہے، جن کے معاوضوں میں فرق مہارت، تربیت اور کمیابی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پیداواری اور غیر پیداواری محنت کی پرانی تقسیم آج کل اس طرح دیکھی جاتی ہے کہ براہ راست مال تیار کرنے والی اور خدمات فراہم کرنے والی دونوں کوششیں قدر پیدا کرتی ہیں۔ محنت کی استعداد یعنی فی مزدور پیداوار تعلیم، صحت، تربیت، مشینری اور ماحول پر منحصر ہوتی ہے، اور یہی استعداد کسی قوم کی خوشحالی کا اصل راز ہے۔

سرمایہ: تعریف، خصوصیات اور اقسام

سرمایہ سے مراد دولت کا وہ حصہ ہے جو مزید دولت پیدا کرنے کے لیے استعمال ہو۔ مشینری، عمارتیں، خام مال، اوزار اور پیداوار میں لگی ہوئی رقم سب سرمایہ ہیں، مگر یاد رہے کہ رقم بذات خود سرمایہ نہیں؛ جب وہ پیداواری مقصد میں لگے تب ہی سرمایہ کہلاتی ہے۔ سرمایہ کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسان کا پیدا کردہ ہے، قدرت کا عطیہ نہیں؛ یہ ماضی کی محنت اور بچت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ متحرک ہے؛ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک صنعت سے دوسری صنعت میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ استعمال اور وقت کے ساتھ اس میں گھسائی آتی ہے، اس لیے اس کی مرمت و تبدیلی کا انتظام لازم ہے۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی رسد لچکدار ہے؛ بچت اور سرمایہ کاری بڑھنے سے سرمایے میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

سرمایے کی اقسام میں مقررہ سرمایہ، مثلاً مشینیں اور عمارتیں جو بار بار استعمال ہوتی ہیں، اور گردشی سرمایہ، مثلاً خام مال اور تیار مال کا ذخیرہ جو ایک بار استعمال میں خرچ ہو جاتا ہے، بنیادی ہیں۔ اسی طرح مادی سرمایہ اور انسانی سرمایہ میں فرق کیا جاتا ہے؛ تعلیم و تربیت پر خرچ انسانی سرمایہ بناتا ہے جس کی اہمیت جدید معاشیات میں بہت بڑھ گئی ہے۔ نجی اور سماجی سرمایہ یعنی سڑکیں، پل اور ڈیم بھی قسمیں ہیں۔ سرمایہ سازی یعنی بچتوں کو سرمایہ کاری میں بدلنے کا عمل کسی بھی ملک کی ترقی کی رفتار کا تعین کرتا ہے؛ جس ملک میں سرمایہ سازی کی شرح بلند ہوتی ہے وہاں پیداوار اور روزگار تیزی سے بڑھتا ہے۔

پیداواری عمل میں تینوں عوامل کی اہمیت

پیداواری عمل میں یہ تینوں عوامل ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں۔ زمین مقام اور خام وسائل مہیا کرتی ہے، محنت ان وسائل کو شکل دیتی ہے اور سرمایہ محنت کی استعداد کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔ ایک کسان کی مثال سے یہ بات واضح ہوتی ہے: زمین کے بغیر فصل ناممکن ہے، محنت کے بغیر زمین خود کچھ نہیں اگاتی، اور سرمایہ یعنی بیج، کھاد، ٹریکٹر اور پانی کے بغیر پیداوار محدود رہتی ہے۔ جدید تحقیق بتاتی ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کی بلند پیداواریت کی وجہ زمین کی کثرت نہیں بلکہ سرمایہ اور ہنر مند محنت کی فراوانی ہے۔

آمدنی کی تقسیم بھی انہی عوامل سے جڑی ہے: زمین کو کرایہ، محنت کو اجرت اور سرمایہ کو سود یا منافع کی صورت میں حصہ ملتا ہے۔ اس لیے عوامل کی منڈیاں درست کام کریں تو تقسیم بھی نسبتاً منصفانہ ہوتی ہے۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کے مسائل بھی اسی زاویے سے سمجھے جا سکتے ہیں: زرعی زمین محدود اور بٹی ہوئی، محنت وافر مگر کم ہنر مند، اور سرمایہ

قلیل۔ پالیسی کا تقاضا ہے کہ زمین کا مؤثر استعمال ہو، محنت کو تعلیم و تربیت سے ہنر مند بنایا جائے اور بچت و سرمایہ کاری بڑھا کر سرمایہ سازی کی رفتار تیز کی جائے۔ یہی تینوں اقدامات مل کر پیداوار، روزگار اور خوشحالی کی بنیاد بنتے ہیں۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ زمین قدرت کے مفت عطا کردہ اور مقداری طور پر محدود عامل کا نام ہے، محنت معاوضے کی غرض سے کی گئی انسانی کوشش ہے جو مزدور سے جدا نہیں ہوتی، اور سرمایہ انسان کی بچت سے بنا ہوا وہ ذریعہ ہے جو مزید پیداوار کو ممکن اور مؤثر بناتا ہے۔ تینوں کی خصوصیات اور اقسام الگ ہیں، مگر پیداواری عمل میں ان کا اتحاد ہی اشیا و خدمات کی صورت دیتا ہے۔ جو طالب علم ان عوامل کو اچھی طرح سمجھ لیتا ہے وہ لاگت، قیمت اور آمدنی کی تقسیم سمیت معاشیات کے بیشتر آئندہ مباحث کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

جدول: تینوں عوامل پیداوار کا تقابلی خلاصہ

عامل	تعریف (مختصر)	نمایاں خصوصیت	معاوضہ
زمین	قدرت کے مفت عطا کردہ وسائل	مقدار محدود، ناقابل انتقال	کرایہ / لگان
محنت	معاوضے کے لیے جسمانی و ذہنی کوشش	مزدور سے جدا نہیں ہوتی	اجرت
سرمایہ	مزید پیداوار کے لیے مخصوص دولت	انسان کا بنایا ہوا، متحرک	سود / منافع